اردو کا اُمّی مرثیہ گو

عالی جناب سید شہنشاہ حسین صاحب رضوی ایم اے ایڈوکیٹ سابق مدیر 'خیابان' لکھنؤ

ابتدائی حالات

سید صادق علی عرف چھنگا نام، حسینؔ تخلص، ولادت سبزی منڈی لکھنؤ میں ہوئی۔ باپ میر حسین، دادا میر سجاد حسین، روسائے جائس سے تھے، نانہال کی طرف سے سلسلہ نسب مجتہدین عظام لکھنؤ سے ملتا ہے ولادت ۱۲۹۱ھ وفات ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ۔

تعلیم

آپ بالکل ان پڑھ تھے نام تک نہ لکھ سکتے تھے۔ مجلس میں مرثیہ خوانی کے وقت الٹا سیدھا کوئی مرثیہ ہاتھ میں لے لیتے تھے اور مرثیہ محض اپنی زبردست قوت حافظہ کی مدد سے پڑھتے تھے وہ ان چند شعراء میں تھے جن کو قدرت نے شاعر پیدا کیا تھا۔

شاعری کی ابتداء

شاعری کا شوق غالباً ۱۳۰۸ھ میں پیدا ہوا حسینؔ نے سب سے پہلے ایک نوحہ کہا پھر غزلیں کہنا شروع کیں۔ پھر مرثیہ کہنے کا خیال پیدا ہوا اور مرنے سے تقریباً بتیس سال تک مرثیہ کہتے رہے۔ مرثیوں کی تعداد تقریباً ۴۰ ہے بچپن میں آپ کا قیام عراق میں رہا تھا۔ جس کے سبب سے آپ فارسی نہ صرف خوب سمجھ لیتے تھے بلکہ بول بھی لیتے تھے چند نوحے فارسی میں بھی کہے ہیں۔ جو تا ہنوز محفوظ ہیں۔

مطبوعات

آپ کا کلام شائع نہیں ہوا غزلیات کبھی کبھی مقامی اخبارات میں شائع ہوئی ہیں ایک مناجات مقبول جہاں مطبوعہ ہے دو مرثیے جن کے مطلع حسب ذیل ہیں۔ طبع ہوئے ہیں۔

(۱) آج مقتل میں عجب بے سروساماں ہیں حرم

(۲) قتل جب ہوگئے سلطان مدینہ رن میں

اول الذکر مرثیہ بہت مقبول ہوا مشہور سوزخوان اکثر پڑھتے ہیں مرثیہ مذکور بہت دردانگیز و پراثر ہے۔ ان کا مجموعہ کلام ان کے برادر تمنّاؔ صاحب لکھنوی کے پاس محفوظ ہے اور حسب ذیل انتخاب ان ہی کا عطیہ ہے۔

ذریعہ معاش

ان کا ذریعہ معاش محض ایک قلیل پنشن تھی، آخر وقت تک بہت عسرت سے بسر کی اور مرتے وقت کثیر اولاد میں صرف دو دختران چھوڑیں۔

محاکمہ

بہ حیثیت غزل گو حسینؔ کا شمار خوشگو شعراء میں تھا مگر غزلیات اس قدر کم ہیں کہ ان کو غزل گو نہیں کہا جاسکتا۔ انہوں نے سوائے مرثیہ کے دیگر اصناف سخن پر طبع آزمائی نہیں کی لیکن وہ ایک فطری شاعر تھے لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ وہ دیگر اصناف

پر قادر نہیں تھے۔ مرثیہ ہی وہ صنف ہے کہ جس میں پیغمبر سخن غالبؔ عاجز نظر آتا ہے اور اس کے مرثیہ کے چند بند وا سوخت بن کر رہ جاتے ہیں۔ دولہا صاحب عروجؔ نے بھری مجلس میں ان کے متعلق کہا تھا کہ تم ''فخر ہندوستان ہو'' اور اس میں ذرا بھی شک وشبہ نہیں کہ بہ حیثیت ایک امیؔ مرثیہ گو کے اردو اور ہندوستان کے لئے مایۂ افتخار تھے۔

انتخاب

ذیل میں جناب حسینؔ کے ایک مرثیہ کے چند منتخب بند درج کئے جاتے ہیں۔

ان اشعار میں شمشیر آبدار کی شرر باریاں دکھائی گئی ہیں۔ ناظرین کرام امیؔ شاعر کا زور بیان ملاحظہ فرمائیں۔

تیغیں کھنچنے لگیں ترکش سے نکلنے لگے تیر
نیزے اونچے ہوئے تا دور بیاباں میں کثیر
سپریں ہتو اس کے تیار ہوئے سب بے پیر
چمکے چار آئینے وہ صاف جو تھے برق نظیر
ہر طرف گردِ بیابان بلا اٹھی ہے
خوں کا مینہ برسے گا ڈھالوں کی گھٹا اٹھی ہے

یک بیک غل ہوا عباسؑ کی تلوار کھنچی
روشنی ہو گئی جب صاعقہ کردار کھنچی
میان سے تیغ پئے لشکرِ کفار کھنچی
دل لرزنے لگے وہ تیغِ شرربار کھنچی
فیصلہ کرنے کو اب بیچ میں کیوں ڈھال پڑے
اس کی جھنکار سے چار آئینوں میں بال پڑے

حسن حوروں میں کہاں یہ جو اسے حور کہوں
ہو جو کاٹھی میں تو برقِ شبِ دیجور کہوں
خیرہ ہوتی ہے نظر پاس کہوں دور کہوں
دل یہ کہتا ہے اسے شمعِ سرطور کہوں
بے خبر کو بھی تجلی کی خبر ہوتی ہے
خطِ ابیض ہوا ظاہر کہ سحر ہوتی ہے

جوہروں سے ہے یہ پیدا کہ ہے مینا کاری
یا پری نکلی ہے پوشاک پہن کر بھاری
اور قبضہ پہ جواہر کی سجاوٹ ساری
روشنی اس کی ہو گر رات بھی ہو اندھیاری
یوں ہی آثارِ سحر ہوتے ہی اختر ڈوبے
جیسے آب دم شمشیر میں جوہر ڈوبے

تیغ آیت ہے تو ہیں اس کے معانی جوہر
ہیں کہیں ہلکے گلابی کہیں دھانی جوہر
آگ بنتے ہیں کبھی اور کبھی پانی جوہر
آب میں اپنی دکھاتے ہیں جوانی جوہر
خوبیاں جوہروں کی صاف نظر آئی ہیں
مچھلیاں تیغ کے پانی پہ ابھر آئی ہیں

(سرفراز لکھنؤ محرم نمبر ۱۳۵۵ھ)

رباعیاں: درمدح سلطانِ عصر رواںؑ

سلطان الشعراء حضرت جاویدؔ اجتہادی مرحوم

یوں دین پیمبرؐ کا مکمل ہوگا
دعویٰ یہ صلوٰۃ سے مدلل ہوگا
عیسیٰؑ کہ ملک سب یہ عقب میں ہوں گے
آخر کا امام سب سے اول ہوگا



کیا خوب تقرب کی بھی صورت کر لی
ہر طرح سے بس ختم محبت کر لی
یہ کب درمہدیؑ سے کہیں اور گئی
حضرت سے امامت نے بھی بیعت کر لی



ہے فخر غلاموں کو بھی عزت وہ ملی
سب پست ہوئے دین کی رفعت وہ ملی
کیوں کر درمہدیؑ نہ ہو باب امید
تا حشر ہے جو ساتھ امامت وہ ملی